رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۲۹۸   رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۲۹۸

سلسلہ عالیہ احمدیہ کا سب سے پہلا مشہور و معروف اخبار جس کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا ایک بازو قرار دیا

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ

الحکم

ہفتہ وار

قادیان

دورِ جدید

چہ گویم با تو گر آئی چہا در قادیاں بینی
دوا بینی شفا بینی غرض دارالاماں بینی

بیا در بزمِ مستاں تا بہ بینی عالمے دیگر
بہشتے دیگر و ابلیسِ دیگر آدمے دیگر

چندہ سالانہ
حکومت اور والیان ... ۱۰ر
امراء ... ۵ر
معاونین ...
... مسیح موعود ...
عوام ...
ممالکِ غیر سے ... سالانہ
مدینۃ المسیح
قادیان دارالامان سے
... سے
شائع ہوتا ہے۔
قیمت فی پرچہ
۲ر

مدیرِ اعلیٰ
شیخ یعقوب علی تراب احمدی عرفانی

مدیرِ مسؤل
شیخ محمود احمد عرفانی مجاہد مصری

جلد ۴۰   ۷ر ذیقعدہ ۱۳۵۵ھ مطابق ۲۱ر جنوری ۱۹۳۷ء یوم پنجشنبہ   نمبر ۲

Digitized by Khilafat Library Rabwah

میرے مشاہدات اور تاثرات

سلسلہ عالیہ احمدیہ کا سالانہ جلسہ

(۲)

بجلی اور ٹیلیفون کی تاریں

جلسہ کے حالات تو معزز "الفضل" میں روز کے روز چھپ جاتے رہے۔ ہفتہ وار اخبارات بہت دیر کے بعد حالات شائع کر سکتے ہیں۔ اسی لئے الحکم نے اس دورِ جدید میں مشاہدات اور تاثرات کی دنیا اپنے قارئین کے سامنے پیش کرنی شروع کی ہوئی ہے۔ ان تاثرات میں واقعات کا آگے پیچھے ہو جانا ممکن ہے۔ کیونکہ یہاں صرف تاثرات کا اظہار ہی مقصود ہوتا ہے۔ اس لئے احباب ان مضامین کو اسی روشنی میں ملاحظہ فرمائیں۔

(ایڈیٹر)

میں جب آنے والوں کی دید میں محو تھا۔ اور عالمِ تصور میں ابراہیمؑ و عیسیٰؑ و آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانوں کا مشاہدہ کر رہا تھا۔ اس وقت

مؤذن کی آذان نے

مجھے اپنی طرف کھینچ لیا۔ میری نگاہ اوپر کو اٹھ گئی۔ میں نے اپنے سر پر تاروں کا جال دیکھا۔ یہ بجلی اور ٹیلیفون کی تاریں تھیں۔ میں ان تاروں کو اگرچہ روز دیکھا کرتا تھا۔ مگر اس عالمِ بیخودی میں ان تاروں نے بھی ایک عجیب کیفیت پیدا کر دی۔ اور انہوں نے میرے مضرابِ قلب پر ایک نیا تار بجانا شروع کر دیا۔ اور میں اس کیف و بیخودی میں کھو یا گیا۔ جس میں۔

نشنواز نے چوں ثنائے سرورے

کہنے والا کھویا گیا تھا۔

میں نے دیکھا کہ میرے سر پر ایک تاروں کا جال ہے۔ اور یہ تاریں ٹیلیفون کی تھیں۔ اور ان کے اوپر ایک اور جال تھا۔ اور وہ بجلی کی تاریں تھیں۔

میں نے اپنے نفس سے کہا کہ یہ ٹیلیفون تو پہلے قادیان میں نہیں تھا۔ اور یہ ایک نئی چیز ہے۔ جس کے جواب میں میرے نفس نے کہا ہاں یہ نئی چیز ہے۔

خدا کے نوشتے پورے ہوئے۔ تبلیغ کو دنیا کے کناروں تک پہنچانے کے لئے یہ سب انتظام ہیں۔

اتنا کہنا تھا کہ میں عالمِ خیال میں کسی اور عالم میں پہنچ گیا۔ میں نے دیکھا کہ میں عالمِ تصور میں قصرِ خلافت کی سیڑھیاں چڑھ رہا ہوں۔ میرے کانوں نے کرسی

کی سیڑھیوں پر میرے پاؤں کی کھٹ کھٹاہٹ کو سُنا۔ میں نے اپنے آپ کو ایک کمرے کے درمیان پایا۔ یہ کمرہ دنیا کے سب سے بڑے انسان کا کمرہ ہے۔ مگر نہ اس کمرے میں شاندار پردے ہیں۔ اور نہ یورپ کے ماہر مصورین کے ہاتھ کے بنے ہوئے قدِ آدم مجسمے ہیں۔ نہ تکلفات ہیں۔ اور نہ ظاہری آرائش و جمال ہے۔ سیدھے سادھے کمرے کی ایک میز پر وہ انسان

جس کی حکومت قلوب پر ہے۔

جلوہ افروز ہے۔ اس کے ہاتھ میں ٹیلیفون کا رسیور ہے۔ میں نے تصور کی دنیا میں دیکھا اور سنا کہ ایک آواز آئی

سیّدی و مولائی

میرے ساتھ کون بات کرتا ہے؟

حضور کا خادم درد ..... اَلسّلام علیکم

وعلیکم السلام

میں نے یہ سنا اور پھر بیخود ہو گیا۔ یہلی آواز کہاں سے آئی۔ لنڈن سے۔

میں نے اس لفظ کو دہرایا۔ اور کہا کہ لنڈن۔ لنڈن۔ کیا لنڈن وہ مقام نہیں جو قادیان سے ہزاروں میل دُور۔ جہاں کی زبان انگریزی ہے اور جہاں کا مذہب عیسوی جو ہزارہا میل ہم سے دُور ہے۔ جو سمندروں سے پار ہے۔ اور جہاں بت خدائی کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اس کفرستان سے السّلام علیکم کے الفاظ۔ پوری وضاحت سے قادیان میں سُنے گئے۔ تب میں نے لنڈن پر عالم تخیل میں نظر ڈالی۔ اور میں سینٹ جیمس کے گرجے کے گھنٹے کے پاس کھڑا ہو گیا۔ میں نے گرجے کے بڑے گھنٹے کو بجتے سُنا۔ جو زبانِ حال سے اس انسان کی تقدیس کر رہا تھا۔ جسے کل یروشلیم کے بازاروں میں گھسیٹا جا رہا تھا جس پر لوگ آوازے کس رہے تھے۔ لڑکے اس پر پتھر اور مٹی پھینک رہے تھے۔ عبا پوش یہودی اسے اس کی ماں کا نام لے کر طعنے دے رہے تھے۔ اور وہ بیکس اور مظلوم آسمان کی طرف دیکھتا۔ اور ایک آہ کھینچ کر رہ جاتا اور کہتا

چڑیوں کے لئے بسیرے اور لومڑیوں کے لئے بھٹ ہیں۔

مگر

ابن آدم کے لئے سر چھپانے کی جگہ نہیں

میں نے سینٹ جیمس کے گرجے پر کھڑے ہو کر عیسائی انگلستان کو دیکھا۔ لاکھوں انسان چرچ آف انگلینڈ کے جھنڈے تلے اسی انسان کی خدائی کی منادی کر رہے ہیں۔ اور سینکڑوں گرجے اس بیکس ابن آدم کی عظمت کے اظہار کے لئے بج رہے ہیں۔

میں نے اس گرجے کے اندر آنے اور جانے والوں کو دیکھا۔ جو داخل ہوتے وقت اس صلیب کو بوسہ دیتے تھے۔ جس کو مسیح اٹھا نہیں سکتا۔ وہ ہوا میں صلیب بناتے تھے۔ پھر وہ اپنے سینے پر صلیب بناتے تھے۔ ان کی گردنوں میں قیمتی صلیبیں لٹک رہی تھیں۔ گرجے کے در و دیوار پر صلیب کے نقش منقوش تھے۔ میں نے یہ سب کچھ دیکھا۔ اور میں نے کہا کہ یہاں کا زمین و آسمان اور ہے۔

میں یہاں سے

ڈاوننگ سٹریٹ میں گیا۔ برطانوی حکومت کے دفتروں کو دیکھا۔ ان کی عظمت کا ملاحظہ کیا۔ ان کی توپیں۔ بندوقیں۔ مشین گنیں۔ ہوائی جہاز۔ آلات سائینس۔ تدبر اور سیاست۔ امراء وزرا سب کو میں نے دیکھا اور میں نے کہا

کہ ان کا مقابلہ کون کر سکتا ہے

میں نے یہاں سے نکل کر ہائیڈ پارک کا ملاحظہ کیا۔ بے فکروں کی فوجیں باغ میں گلگشت کر رہی تھیں۔ درختوں کے سایہ میں مغازلہ اور معاشقہ کیا جا رہا تھا۔

جدید تمدن کے بعض بھیانک منظر بھی نظر کے سامنے آئے اور میں نے کہا کہ یہ بے دین دنیا ہے۔ جہاں نہ خدا اور نہ اس کے کسی حکم کی پرواہ کی جاتی ہے۔

میں عالم خیال میں لنڈن میں پھرتا رہا

میں کبھی سیاسی لنڈن کو دیکھتا تھا۔ اور کبھی مسیحی لنڈن کو اور کبھی خدا سے دور لنڈن کو

میں اس کی گلی کوچوں میں دریائے ٹیمس کے کناروں پر۔ ان کے ہوٹلوں اور شراب خانوں میں۔ اس کے گرجے اور بازاروں میں پھرتا رہا۔ اور ہر چیز کو دیکھتا رہا۔ میں نے وہاں سب کچھ دیکھا۔ مگر میں نے وہاں خدائے قدوس کے آستانہ پر جھکنے والا کوئی انسان نہ دیکھا۔ میری عقل اس کفرستان کو دیکھ کر گم ہو رہی تھی کہ مجھے ایک آواز نے بیدار کر دیا۔ اور میں نے سنا کہ ٹیلیفون کا محادثہ بند ہو رہا ہے۔ اور لنڈن سے ایک دفعہ پھر آواز آئی

السّلام علیکم۔

مجھے اس آواز نے بیدار کر کے پھر محوِ حیرت کر دیا۔ کیونکہ میری آنکھوں سے ایک پردہ اُٹھ گیا۔ اور میں نے کہا کہ قادیان کی برکتوں میں سے ایک یہ برکت بھی ہے کہ لنڈن کے کفرستان میں امن اور سلامتی کی ہوائیں چلنے لگیں۔ عرب کی کافوری اور زنجبیلی شراب کے مٹکے لنڈن کے خمار خانوں کے سامنے رکھ دیئے گئے۔ انجیل کی جگہ کئی گھرانوں میں قرآن کھولا جانے لگا۔

چرچ آف لنڈن

کے مقابلہ میں دن میں پانچ مرتبہ قادیان کا مؤذن

اللہ اکبر اللہ اکبر

کے نعرے لگاتا ہے۔

یہ سب کچھ اس انسان کی برکت ہے۔ جو اس زمانے میں جری اللہ فی حلل الانبیاء بن کر آیا۔

اسی نے عالم روحانی میں لنڈن کے گلزاروں سے چڑیاں پکڑیں اس نے جو بیج لگایا تھا وہ بڑھا اور پھیلا۔ حتیٰ کہ دنیا کے کناروں تک چلا گیا۔ اور یہی وہ نوشتہ تھا جس میں لکھا تھا کہ

میں تیری تبلیغ کو دنیا کے [illegible] تک پہنچاؤنگا

یہی وجہ ہے کہ آج لنڈن کے [illegible]ستان میں قرآن کریم کی آواز سنائی دیتی ہے سلامتی کے نعرے مغرب سے اُٹھ کر مشرق تک آنے

یہ ایک لطیف وجدانیات کا باب تھا۔ میں اس میں اس قدر کھو یا گیا۔ اور اس قدر محو ہوا۔ کہ میں نے لنڈن کو برف کے پہاڑ کی طرح پگھلتے ہوئے دیکھا۔ اور اس کے مقابل میں اسلامی لنڈن کو بلند اور سربلند ہوتے ہوئے پایا۔ میں نے اس کے گلی کوچوں سے اللہ اکبر کے نعرے سُنے۔ جنہوں نے مجھے بیدار کر کے اور اس عالم تصوّر سے نکال کر پھر اپنی جگہ پر لا کر کھڑا کیا۔

تب میں نے کہا کہ یہ ٹیلیفون بھی مسیح موعودؑ کی سچائی کی ایک دلیل ہے۔

پاس سے ایک سننے والے نے کہا کہ تم لوگ ہر چیز کو صداقت کی دلیل بنا لیا کرتے ہو۔ میں نے کہا کہ ہاں یوں ہی لکھا ہے کہ

افلا ینظرون الی الابل کیف خلقت

اگر اونٹ کی پیدائش وجہ صداقت ہو سکتی ہے

تو

قادیان کی بستی میں جہاں کھانے کے لئے آٹا تک میسر نہ آتا تھا۔ جس کے لئے کوئی سڑک اور کوئی راستہ نہ تھا گم گشتہ طریق بعید از تمدن ایک گاؤں تھا۔ اس گاؤں میں وہ راستباز نبی پیدا ہوا۔ دنیا نے اسے کچلنے کے لئے منصوبے سوچے۔ قتل کرنے کے لئے اشخاص مامور کئے۔ ہر رنگ میں توہین و تذلیل کا سامان کیا۔ قادیان آنے والوں کو روکا گیا۔ رُکنے والوں کو پیٹا گیا۔ گھروں سے نکالا گیا۔ ان کے بچوں کو چھینا گیا۔ بیویوں کو خاوندوں کے حرم سے نکال کر دوسروں کو دے دیا گیا۔ آہ قبروں میں بھی ان کی لاشوں کو دُکھ دیا گیا۔ مگر وہ آواز نہ تھمنے والی تھی اور نہ رُکنے والی تھی

وہ قادیان سے اُٹھی

اور لنڈن اور امریکہ میں چھا گئی۔

اس کے دبانے والے مٹ گئے۔ اور مٹا دیئے گئے۔ اس طرح وہ نوشتہ بھی پورا ہوا۔ میں

کونے کا پتھر ہوں جو مجھ پر گرے گا وہ چکنا چور ہو جائیگا۔ اور جس پر میں گروں گا

(بقیہ صفحہ پانچ پر ملاحظہ فرمائیں)

سیرت المہدی کا ایک ورق

(از جناب شیخ محمد اسمٰعیل صاحب سرساوی)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اخلاق فاضلہ اتنے بلند وبالا تھے کہ آپ کے اخلاق فاضلہ کو دیکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اخلاق حمیدہ یاد آجاتے تھے۔ آپ اپنے مہمانوں کی مہمان نوازی کا اس قدر خیال رکھتے تھے کہ آپ لنگر خانہ کے کارکن کو بلاکر اُس کو بار بار تاکید فرماتے تھے کہ دیکھو میاں حامد علی صاحب ان کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہو۔ آپ خود تم نے ان کی ضروریات کا خیال رکھنا۔ اور پوچھتے رہنا کہ آپ کو کسی چیز کی ضرورت ہے۔ یہ حال تھا آپ کی مہمان نوازی کا۔

ایک دفعہ رمضان شریف میں

ایک نووارد مہمان آیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اُس کی مزاج پرسی کی۔ اور دریافت فرمایا کہ آپ نے کھانا کھایا۔ اُس نووارد شخص نے عرض کی میں تو روزہ دار ہوں۔ آپ نے اس کو مسکرا کر فرمایا آپ کو روزہ نہیں رکھنا چاہیئے تھا۔ مسافر پر تو اللہ تعالیٰ نے یہ بہت بڑا احسان کرکے انعام کیا ہے کہ مسافر روزہ نہ رکھے۔ اُس نے عرض کی کہ مجھے کوئی تکلیف روزہ رکھنے سے نہیں ہوئی۔ گاڑی کا سفر تھا اس لئے میں نے روزہ رکھ لیا۔ آپ نے فرمایا تکلیف ہو یا نہ ہو مسافر کو روزہ رکھنا جائز نہیں ہے فرمانبرداری یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم مانے اور روزہ نہ رکھے۔ اگر رکھ بھی لے پھر بھی دوسرے دنوں میں روزہ رکھنا چاہیئے۔ تب اس روزہ کا ثواب ہوگا۔ اور سفر کا روزہ روزہ نہیں ہوسکتا پس ہر مسلمان کا یہی فرض ہے کہ وہ اپنے رب کے حکم کی اطاعت کرے تب ہی مسلمان کہلانے کا مستحق ہے۔ میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تقریر کا مفہوم اپنے الفاظ میں ادا کیا ہے۔

ایک دفعہ آپ کی مجلس میں

مکاشفات کا ذکر چل پڑا۔ اور پہلے صوفیائے کرام کا ذکر آگیا۔ کہ فلاں بزرگ نے اپنے ملفوظات میں ایسا لکھا ہے کہ ایک وقت اللہ تعالےٰ کے بندوں پر ایسا آجاتا ہے کہ اُن پر غیب کی باتیں ظاہر کی جاتی ہیں۔ اور ایسے ایسے حالات کشفی رنگ میں ان کو دکھلا دیئے جاتے ہیں جو کہ ہزارہا کوس کی باتیں ہوتی ہیں۔ اس پر آپؑ نے فرمایا کہ یہ بالکل درست ہے۔ ایک دفعہ ہم نے دیکھا۔ کہ بیت اللہ کا طواف حاجی لوگ کر رہے ہیں۔ اور میں ان کو دیکھ رہا ہوں۔ اور اگر میں چاہتا تو میں ان کی باتیں لکھ سکتا تھا۔ اور کوئی چیز میرے درمیان اور کعبۃ اللہ کے درمیان نظر نہ آتی تھی۔ کعبۃ اللہ ہی میری آنکھوں کے سامنے نظر آتا تھا۔ اور فرمایا وہ آنکھیں یہ آنکھیں نہیں ہوتیں۔ وُہ آنکھیں تو خاص خاص بندوں کو عطا ہوتی ہیں۔ جو دوسروں کو نہیں دیجاتیں پس جتنا جتنا اپنے قلب کو خدا کی محبت میں معمور کرو گے اتنا اتنا ہی قلب بھی نور الٰہی سے معمور ہوگا

ایک دفعہ کا ذکر ہے

آپ کی مجلس میں محلہ داری کا ذکر چل پڑا کہ حضور فلاں احمدی کا گھر اور فلاں احمدی کا گھر ایک ہی محلہ میں ہیں مگر دونوں آپس میں ملتے نہیں ہیں۔ اس پر آپ نے لمبی تقریر فرمائی۔ اور فرمایا ہمارے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو محلہ داروں کے حقوق کا اسقدر خیال ہوتا تھا گویا آپؐ کے محلہ دار آپ کے رشتہ دار ہیں۔ اور آپ نے محلہ داری کے حقوق کا اس قدر شد ومد سے حدیثوں میں ذکر فرمایا ہے۔ کہ آپ نے محلہ داروں میں اور رشتہ داروں فرق ہی نہیں رکھا۔ پس ہماری جماعت کو چاہیئے کہ محلہ دار خواہ کوئی بھی ہو۔ اس کے ساتھ ایسا سلوک رکھنا چاہیئے جیسا اپنوں سے تم کرتے ہو۔ پس میں اپنی جماعت کے ہر فرد کو یہی نصیحت کرتا ہوں کہ تم اپنے محلہ داروں کی ہر تکلیف و راحت میں شریک رہو۔ تا وہ تم کو غیر نہ سمجھیں ٭

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس پاک مجلس تھی

آپ کی مجلس میں بہت زیادہ ذکر اللہ تعالیٰ کی قدرتوں کا اور اُس کی نکتہ نوازیوں کا ہوتا تھا۔ اور آپؑ ایسے پاک الفاظ میں اللہ تعالیٰ کی قدرتوں کا ذکر فرماتے کہ ہمیں یہ محسوس ہوا کرتا تھا۔ کہ اللہ تعالیٰ خود اس مجلس میں نازل ہیں اور ہمارے دلوں سے دنیا کی محبت کو مٹا کر اپنی محبت ہمارے دلوں میں بھر رہے ہیں۔ اللہ اللہ کیسی خدانما مجلس آپ کی تھی کہ دنیا ہماری نظروں میں ہیچ ہوجاتی تھی۔ اور مردار کی طرح نظر آنے لگتی تھی۔

دوسری بات آپ کی مجلس میں خاص بات یہ ہوتی تھی کہ

اللہ تعالیٰ کے پاک نبیوں اور اس کے رسُول کا ذکر بہت کثرت سے ہوا کرتا تھا۔ اور خاص کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سیرت پاک کا اتنا ذکر ہوتا تھا۔ کہ سینکڑوں ہزاروں دُرود آپ کے نام کو سُن کر بھیجے جاتے تھے۔ اور اللہ تعالےٰ کے برگزیدوں کی محبت سے ہم سرشار ہوجایا کرتے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ کی پاک محبت کا نقشہ ایسا جم جاتا تھا۔ کہ وہ اثر کئی کئی دن ہمارے دلوں میں رہتا تھا۔ بعض وقت تو ہمارے دل یہ محسوس کرنے لگتے تھے کہ اب اس وقت تمام نیک بندوں کی روحیں اس مجلس میں جمع ہیں ٭

الیکشن اور اخبار الحکم

چوہدری فتح محمد صاحب سیال ایم۔ اے تحصیل بٹالہ سے بطور امیدوار پنجاب اسمبلی کھڑے ہیں۔ ان کو کامیاب کرانے کے لئے جو مختلف دفتر قائم ہیں۔ ان میں سے ایک کا میں انچارج ہوں اور چونکہ اگلے ہفتہ میرے حلقے کا پولنگ ہے۔ اس لئے میری مصروفیت بحد بڑھ جائیگی اور اس مصروفیت کی وجہ سے میں ۲۸ جنوری کا اخبار ایڈٹ نہ کرسکوں گا۔ احباب اس قومی مجبوری کی وجہ سے مجھے معاف فرماویں!

۷ فروری کا پرچہ انشاء اللہ پورے صفحات پر شائع ہوگا۔ جس میں یہ کمی پوری کردی جائیگی۔ محمود احمد عرفانی

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ رضی اللہ عنہم

حضرت الحاج مولوی عبدالعزیز (بٹ) ٹیلر ماسٹر سیالکوٹی رضی اللہ عنہ

نامِ نیکِ رفتگان ضائع مکن ٭ تا بماند نامِ نیکت برقرار

مجھے ہمیشہ حسرت رہتی ہے کہ اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ میں سے کوئی فوت ہو جاوے تو ہمارے احباب ان کے حالات زندگی کو جلد سے جلد شائع کر دیں۔ مگر افسوس ہے کہ اس طرف توجہ نہیں۔ آج میں جس مخلص صحابی کے حالات لکھ رہا ہوں ان کے جاننے والے بہت سے لوگ اس وقت تک قادیان اور سیالکوٹ میں موجود ہیں مگر کسی نے اس ضرورت کا احساس نہیں کیا۔ شاید یہ سعادت میرے ہی لئے ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس ارشاد پر عمل کرنے کی توفیق پاتا ہوں کہ

اپنے مردوں کا نیک تذکرہ کیا کرو

حضرت مولوی عبدالعزیز صاحب سیالکوٹ کی اس جماعت کے ایک رکن اور فرد تھے۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عشاق اور آپ کی راہ میں فدائیوں کی جماعت تھی جنہیں سابقون الاولون ہونے کا شرف حاصل تھا۔ یہ اسی جماعت کے ایک ممتاز فرد تھے۔ جس کو حضرت میر حامد شاہ صاحب رضی اللہ عنہ۔ حضرت مخدوم الملۃ مولانا عبدالکریم صاحب رضی اللہ عنہ۔ حضرت چوہدری نصر اللہ خانصاحب رضی اللہ عنہ۔ حضرت سید خصیلت علی شاہ رضی اللہ عنہ جیسے بزرگوں پر ناز تھا۔

سیالکوٹ کی جماعت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عصر سعادت میں ایک ممتاز اور سابق جماعت تھی۔ اور اس جماعت کی عظمت کا موجب اور باعث اس جماعت کی عملی زندگی اور قربانیاں تھیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام قادیان کے بعد جس بستی کو عزیز رکھتے تھے وہ سیالکوٹ ہی ہے۔ اور سیالکوٹ اس لئے بھی حضورؑ کو پسند تھا کہ اسی نے

ایسے مخلص اور صادق وفادار جاں نثار پیدا کئے تھے

اس عہد میں سیالکوٹ کا ہر احمدی اپنے اخلاص میں ایک مایہ ناز وجود تھا۔ میں ان بزرگوں کے کارناموں پر انشاء اللہ العزیز توفیق ملی تو مختلف اشاعتوں میں مختصر تبصرہ کروں گا۔ اس وقت صرف حضرت مولوی عبدالعزیز صاحب کے متعلق کچھ لکھنا چاہتا ہوں۔

ماسٹر عبدالعزیز صاحب سیالکوٹ کے ایک معزز اور شریف کشمیری خاندان کے ممبر تھے۔ ان کی ابتدائی زندگی بھی ایک دیندار نوجوان کی زندگی تھی۔ شروع ہی سے وہ ایک عملی مسلمان تھے۔ سیالکوٹ میں حضرت مولانا مولوی عبدالکریم صاحب اور حضرت میر حامد شاہ صاحب جیسے بزرگ مسلمانوں کے لئے ہمیشہ مایہ ناز اور باعث صد افتخار لوگ تھے۔ اسلام کی اشاعت کا جوش اور اس کی خدمت کے لئے تڑپ ان کا دستور العمل تھا حضرت مولانا عبدالکریم صاحب کی قرآن خوانی اور قرآن دانی نے ایک جماعت عملی مسلمانوں کی پیدا کر دی تھی۔ اور یہی وہ جماعت تھی جو بعد میں ساری کی ساری احمدیت کے غیور فرزندوں کی صورت میں تبدیل ہو گئی۔ ماسٹر عبدالعزیز صاحب اسی ابتدائی جماعت میں سے ایک تھے۔ اگرچہ انہوں نے آجکل کے مروجہ طریق پر علوم عربیہ کی تحصیل نہ کی تھی۔ مگر قرآن مجید سے محبت وعشق اور حضرت مخدوم الملۃ کے ساتھ اخلاص اور ان کی صحبت کی چاشنی نے انہیں

قرآن مجید کا خاص فہم دے دیا تھا

اور اسی فہم اور ذوق میں ان کی عملی زندگی نے ایک خاص رنگ پیدا کر دیا تھا۔ اور یہ کہنا ہرگز مبالغہ نہیں کہ

وہ ایک عالم ربانی تھے

قرآن مجید نے علما کی جو حقیقت اور تعریف بتائی ہے اس کے رو سے وہ ایک سچے عالم تھے وہ حقیقت یہ ہے اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا۔ یعنے علمائے ربانی وہ ہیں جن میں خشیت الٰہی ہو۔ پس گو وہ صرف ونحو اور منطق کی کتابوں کے ماہر نہ تھے۔ مگر قرآن کریم کے متعلق اور عملی مسلم زندگی کے متعلق ان کی بصیرت اور معرفت بہت وسیع تھی۔ وہ ایک عملی احمدی تھے ان کے ضابطہ زندگی میں جو چیز نمایاں نظر آتی ہے وہ

قربانی کا زبردست جذبہ ہے۔

ان کی معاش کا ذریعہ افواج میں ٹیلر ماسٹری تھا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس رنگ میں ان پر بڑے بڑے فضل کئے باوجود اس کے کہ وہ ایک قسم کی عسکری زندگی رکھتے تھے لیکن اس زندگی نے انہیں

مومنانہ حیثیت سے ہمیشہ نمایاں رکھا

کاروباری سلسلہ میں انہوں نے دیانت اور تقویٰ کے ان مقامات سے کبھی قدم پیچھے نہ ہٹایا جہاں مختلف حیلوں سے لوگ جواز کے پہلو نکال لیتے ہیں۔ وہ ہمیشہ دیانت داری کے اصل کو مقدم رکھتے۔ اور ان کا بھروسہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر ہوتا۔ اور کبھی خودداری اور شرافت نفس سے گرے ہوئے طریق کو اختیار نہ کرتے اگر ان کی کاروباری زندگی پر ان کے صاحبزادہ صاحب ایک مضمون لکھیں تو یقیناً وہ بہت مفید اور عملی یقین ہوگا وہ اس کاروباری زندگی میں جو کچھ کماتے تھے

اس کا بڑا حصہ سلسلہ کی نذر کرتے تھے

اس عصر سعادت میں سلسلہ کی مالی امداد میں شاندار قربانیاں کرنے والے چند لوگ تھے۔ اور ان چند میں

حضرت ماسٹر عبدالعزیز صاحب کا نام کسی سے پیچھے نہ تھا۔

سلسلہ کی کوئی تحریک خواہ وہ انفرادی ہی کیوں نہ ہو۔ وہ اس میں بڑھ کر حصہ لیتے۔ اور سب سے اول رہنے کی کوشش کرتے۔ اور انہوں نے اس خلوص میں انکار اور سوچ کا نام بھی نہیں پڑھا تھا۔ تحریک ہوئی اور انہوں نے شمولیت کے لئے ہاتھ بڑھایا۔ اس وقت بعض تحریکوں کے لئے یہ بھی ہوتا تھا کہ چند دوستوں کو مخصوص کر کے حضرت مخدوم الملت رضی اللہ عنہ لکھ دیتے کہ اس قدر روپیہ دے دو۔ اس مخصوص جماعت میں حضرت عبدالعزیز کا نام نمایاں تھا۔ اور بڑی خوبی یہ تھی کہ وہ بڑے انشراح سے دیتے تھے۔

میرے پاس الفاظ نہیں کہ میں ان کے ایثار اور قربانی کے مقام بلند کو ظاہر کر سکوں۔ وہ منتظر رہتے تھے کہ کوئی تحریک ہو اور وہ آگے بڑھیں۔ ایک وقت ایسا بھی آیا کہ انہوں نے کاروباری زندگی کو ترک کر دیا۔ (یہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ کے بعد کا واقعہ ہے) مگر اس وقت بھی ان کی اس مسابقت فی الخیرات میں فرق نہ آیا۔ وہ اسی دل اور شوق سے حصہ لیتے تھے۔

حضرت مخدوم الملت رضی اللہ عنہ سے بھی انہیں للّٰہی محبت تھی۔ اور حضرت مخدوم الملت رضی اللہ عنہ کو بھی ان سے سچی اخوت تھی۔ وہ نہایت بے تکلفی سے آپ کو بعض فرمائشات کے لئے لکھتے۔ اور مرحوم ان خطوط کی تعمیل سب سے اول کرتے ٭

انہوں نے اپنے عمل سے سچی اخوت اور محبت کا نمونہ دکھایا۔ حضرت مخدوم الملۃ رضی اللہ عنہ سے بے شک ایک خصوصیت نظر آتی ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ سب کے ساتھ ان کا یہی رنگ تھا۔ خاکسار عرفانی بھی یہی محسوس کرتا ہے۔ جب الحکم کے لئے کوئی تحریک میں نے کی۔ سب سے اول عملی جواب دینے والوں میں وہ ہوتے تھے۔ یا مخدومی چوہدری رستم علی خاں صاحب رضی اللہ عنہ۔ ہاں ان احباب میں چوہدری غلام احمد

خانصاحب انسپکٹر ڈاک خانہ جات عزیز مکرم چوہدری بشیر احمد خاں صاحب سب جج کے والد محترم (میں انشاء اللہ العزیز ان کے حالات بھی لکھوں گا)

حضرت ماسٹر صاحب کی زندگی ایک نمونہ کی زندگی تھی۔ وہ عملاً ایک مخلص احمدی تھے۔ احکام شریعت کی پابندی انکی زندگی کا دستور العمل تھا۔ اعمال صالحہ کے بجالانے میں ہمیشہ ان کا قدم آگے رہتا تھا۔ صوم وصلوٰۃ کے متشددانہ رنگ میں پابند تھے اور تہجد گذار تھے۔

ان کی طبیعت میں مومنانہ استغنا اور ضبط نفس تھا۔ اور اپنے کاروباری سلسلہ کو خصوصیت سے وہ توکلانہ رنگ میں چلاتے تھے دنیاداروں کی طرح وہ اس سے کراہت کرتے تھے۔ کہ کسی قسم کی بت پرستی کریں۔ وہ ابراہیمی رنگ سے رنگین تھے۔ آخری زمانہ میں وہ سکندرآباد میں تھے۔ ان کے کاروبار میں بعض روکاوٹیں پیدا ہونے لگیں۔ وہ اگر چاہتے تو دنیاداروں کے رنگ میں ان کا سدباب کرسکتے تھے۔ مگر انہوں نے اس صراط مستقیم سے قدم نہ ہٹایا۔ جس پر وہ اوایل جوانی سے گامزن تھے۔ انہیں اس کام کے چلے جانے کا ذرا بھی صدمہ نہ ہوا۔ وہ ویسے ہی شاداں و فرحاں تھے۔ اور یہ ان کی ایمانی کیفیت کا آخری مرقع تھا۔ ان ایام میں بیمار تھے۔ لیکن اس بیماری میں بھی ہمت بلند اور حوصلہ قوی تھا۔ باوجود ان کو اٹھنے بیٹھنے میں تکلیف ہوتی تھی مگر وہ اس کی ذرا بھی پروا نہ کرتے۔ اور مستقل مزاجی سے مصروف عمل رہتے احباب سے مل کر طبیعت بے حد خوش ہوتی تھی۔

سلسلہ کے کاموں میں مالی قربانیوں کے لحاظ سے ہی وہ ممتاز نہیں۔ اپنے وقت کو بھی سلسلہ کی خدمات کے لئے دینے میں انہوں نے مضائقہ اور تامل کبھی نہ کیا۔ جب کاروباری سلسلہ کو چھوڑ کر سیالکوٹ میں خانہ نشین ہوگئے۔ تو جماعت کی تعلیم و تربیت اور دوسرے کاموں میں نہایت دلچسپی سے حصہ لیا۔ اور اپنا سارا وقت سلسلہ کی نذر کر دیا۔ جماعت کی تنظیم میں مجاہدانہ سعی کی۔ حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد جماعت میں ایک زلزلہ آیا۔ اور سیالکوٹ کی جماعت کے بعض آدمیوں پر بھی اس کا اثر ہوا۔ لیکن یہ ان بزرگوں میں سے تھے جن پر کسی وجاہت کسی تعلق نے اثر نہ کیا۔ اور

خدا کی رضا کے لئے بار دیگر بعض احباب سے الگ ہوگئے

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قبول کرکے پرانے رفقا میں سے بعض کو چھوڑا تھا۔ تو اس موقعہ پر ان سے الگ ہونے میں ذرا بھی تامل نہ کیا۔ باوجود اس کہ وہ خود عہد حاضرہ کی تعلیم سے بہرہ ور نہ تھے وہ عصری ضروریات کو خوب سمجھتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے اپنے تمام بیٹوں کو اعلیٰ تعلیم دلائی۔ جو اپنے اپنے فن میں صاحب کمال ہیں۔ سب سے بڑے صاحبزادے ڈاکٹر عطاء اللہ بٹ علیگڈھ یونیورسٹی کے طبیہ کالج کے پرنسپل ہیں جو سلسلہ کے لئے وہی غیرت رکھتے ہیں۔ مرحوم کی خوش قسمتی میں سعادت مند اور فرمانبردار اولاد بھی ایک نعمت ہے۔ میں ان میں سے ہر ایک کو نہایت فرماں بردار دیکھتا ہوں

اس پیرانہ سالی میں حج کی دولت سے بھی بہرہ اندوز ہوئے۔ اور اپنی زندگی میں وصیت کی تمام رقم خود داخل کر دی۔ اگر وہ داخل نہ کرتے تو بھی سعادت مند اولاد ہر قربانی پر اپنے والد بزرگوار کی وصیت کو پورا کرتی۔ مگر انہوں نے تمام امور کو خود سرانجام دے دیا۔ اور بعد کا کوئی جھگڑا نہ رہنے دیا۔

طبی مذاق بھی رکھتے تھے۔ اکثر طبی کتابیں زیر مطالعہ رہتی تھیں۔ اور نسخہ جات میں اپنی رائے کا بھی دخل دیتے تھے۔ آخری بیماری میں علیگڈھ چلے گئے تھے۔ اور وہاں ہی آخری پیام آگیا۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پیارے کو اس فاصلہ نے دُور نہ رہنے دیا۔ اور قادیان آپ کا جنازہ لایا گیا۔ جہاں مقبرہ بہشتی کے قطعہ صحابہ میں آپ کو جگہ ملی۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے یقیناً قرب میں ہوں گے۔

حضرت ماسٹر عبد العزیز صاحب کی زندگی میں محنت۔ استقلال۔ دیانت۔ بلند حوصلگی۔ اقتصادی زندگی۔ سادگی کے بے شمار سبق مل سکتے ہیں۔ وہ بڑے محنتی تھے۔ بے کار رہنا پسند ہی نہ کرتے تھے۔ بڑھاپے کا گو طبعی اور قدرتی اثر تھا۔ لیکن ان کی عملی زندگی نے جو عادتی رنگ پیدا کر دیا تھا وہ آخر وقت تک قائم رہا۔

وہ ایک مخلص اور وفادار دوست تھے۔ ایک شفیق اور دعائیں کرنے والے باپ تھے۔ خداتعالیٰ پر صحیح توکل کا نمونہ تھے۔ وہ پوری کوشش اور تدبیر کرتے۔ اور اپنی کوششوں اور محنتوں کو خدا کے فضل سے نتیجہ خیز ہونے پر ایمان رکھتے تھے۔ اپنے طیب مال کو خداتعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کے لئے دلیر تھے۔ قرآن مجید کے ساتھ ایک عشق تھا۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتابوں کو بار بار انہوں نے پڑھا تھا۔ کبھی اور کسی موقعہ پر احمدیت کو انہوں نے نہیں چھپایا۔ چندوں کی باقاعدگی میں نمایاں تھے۔ وہ ایک کاروباری لباس میں خداتعالیٰ کے ولی تھے۔ اللہ تعالیٰ ان پر بڑے بڑے فضل کرے اور اپنی رضا کے اعلیٰ مقام پر انہیں اٹھائے۔ اور ہمیں توفیق دے کہ ان کی خوبیوں کو ہم بھی اپنی عملی زندگی میں حاصل کرسکیں۔ آمین

بالآخر میں سیالکوٹ کے دوستوں۔ اور خود حضرت مغفور کے صاحبزادوں سے توقع رکھتا ہوں۔ کہ وہ ان کی زندگی کے تفصیلی حالات شائع کرنے کی کوشش کریں گے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت مخدوم الملت رضی اللہ عنہ کے خطوط ان کے نام کے موجود ہوں تو انہیں بھی شائع کردیں۔ یا ان کے مواد میرے پاس بھیجدیں میں اسے ترتیب دے دوں گا

خاکسار عرفانی نزیل سکندرآباد

(بقیہ مضمون صفحہ ۷)

مضبوط لگایا ہوا ہے۔ وہ تختہ چار درجہ اوپر کو صعود کرتا ہوا اس نورانی فضا کو اور بھی منور کر دیتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اور بے شمار ستارے جو اللہ تعالےٰ کے چاروں طرف بلندی پر چمکتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اور انسانی شکلوں کی مانند ہیں۔ جن سے میں اس وقت میں انبیاء سابقین مفہوم لیتا ہوں وہ تبسم فرماتے ہوئے خوشنود اور مسرور ہوجاتے ہیں۔ اور ان نوآمدہ لوگوں کے سرور اور خوشی کا بھی کوئی انتہا نہیں رہتا۔ چند بار جب ہم نے ایسا کیا۔ اور ہمارا صعود اوپر اللہ تعالیٰ کے قریب ہوتا رہا۔ اور بے شمار سفید چڑیوں کی مانند انسان اس مینار سے سہارا لیتے ہوئے بیٹھے۔ تو اسی مکاشفہ میں بندہ نے کمال سرور سے کہا۔ سبحان اللہ اللہ اکبر۔ مکاشفہ کی حالت اصل بیداری سے بدل گئی۔ اور بدن پر لرزہ ہوکر سارا وجود میرا موسم سرما میں پسینہ پسینہ ہوا۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔

(بقیہ مضمون صفحہ ۲)

وہ بھی چور چور ہو جائے گا۔

الغرض

آنے والے آئے۔ اور پھیلنے والے پھیل گئے اور آج یہ تاریں تبلا رہی ہیں۔ کہ قادیان کی آواز دنیا کے کونے کونے میں گونج رہی ہے۔

پس میں نے یقین کیا کہ یہ ٹیلیفون اور بجلی کی تاریں خدا کے نشانوں میں سے ایک نشان ہیں۔ کیونکہ یہ حضرت مسیح موعود کی صداقت کی ایک روشن اور بلند دلیل ہیں۔ تب میں نے زور سے کہا

میرزا غلام احمد کی جے

شرح درِّ ثمین فارسی

از جناب قریشی محمد صادق صاحب شبنم بی اے (سرحدی)

(گذشتہ سے پیوستہ)

حمد را با تو نسبت از آغاز
نے دراں کس شریک نے انباز

حمد کو تیری ذات سے شروع سے نسبت چلی آتی ہے نہ تو اس حمد میں تیرا کوئی شریک ہے اور نہ حصّہ دار

نسبت:- لگاؤ۔ مناسبت۔ علاقہ۔

ابتدا سے حمد کا لگاؤ اس لئے فرمایا کہ خدا کی تمام صفات ابتداء ہی سے جلوہ افروز ہیں۔ اور شروع سے لے کر آج تک کوئی ایسا نہیں ہوا جو خدائی صفات کا حامل ہو۔ لہٰذا حمد کا لائق بھی اکیلا وہی ہے۔ اور چونکہ آئندہ بھی خدائی صفات کسی کو نہ ورثہ میں ملیں گی اور نہ حق کے طور پر۔ اور نہ کوئی خدا کی صفات کو غصب کر سکتا ہے۔ اس لئے آئندہ بھی ہمیشہ کے لئے حمد کا لائق صرف اللہ ہی ہوگا۔

شروع سے اللہ تعالیٰ کے انبیاء اسی امر کی تبلیغ کرتے چلے آئے ہیں۔ کہ خدا ایک ہے۔ ارض و سما و ما بینہما کا خالق و مالک و رازق وہی ہے۔ اس لئے حمد کے لائق بھی وہی ذات بے ہمتا ہے۔

تو وحیدی و بے نظیر و قدیم
منزّہ ز ہر قسیم و سہیم

تو واحد ہے۔ بے مثال ہے۔ اور قدیم ہے تیری ذات ہر قسم کے شریک اور حصّہ دار سے مبرّا ہے۔

ہر قسم:- یعنی نہ کوئی ذات میں تیرا شریک یا تیری حکومت میں حصّہ دار ہے۔ اور نہ صفات میں۔ مکمل تشریح چودھویں شعر کے نیچے آگئی ہے۔

کس نظیر تو نیست در دو جہاں
بر دو عالم توئی خدائے یگاں

دونوں جہانوں میں تیری کوئی نظیر نہیں۔ جس طرح تو دنیا کا خدا ہے آخرت کا خدا بھی تو ہی ہے۔

ممکن ہے کوئی دہریہ قسم کا آدمی یہ کہہ دے کہ مان لیا کہ اس دنیا کا نظام اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ اور وہ نعوذ باللہ اپنی کسی غرض کے لئے ہم سے اپنی حکومت منواتا ہے۔ اور ہمارے اعمال پر قیود لگاتا ہے۔ اگر ہم ان قیود کو کسی طرح توڑ کر آزادی حاصل کرلیں۔ اور اپنی تدابیر سے اس دنیا کی سزا کو ٹال دیں تو ہم کامیاب ہو جائیں گے۔ آخرت کا خیال ایسے لوگوں کو نہیں ہوتا۔ اس قسم کے لوگ ہر زمانہ میں پائے جاتے ہیں۔ جو ایک طرف تو خدا کی خدائی تسلیم کرتے ہیں۔ اور دوسری طرف اپنے آپ کو اس وہم میں گرفتار کر کے کہ اگر ہم نے دھوکہ اور منافقت سے کوئی کامیابی حاصل کرلی تو قیامت کو دیکھا جائیگا۔

یہ تو کوئی ایمان نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شریعت میں آخرت پر ایمان لانا بھی لازمی قرار دیا گیا ہے۔ اس شعر میں اس حقیقت کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ خدا جس طرح اس دنیا کا مالک ہے اسی طرح آخرت کا مالک بھی وہی ہے۔ اگر خدا کسی مصلحت سے یہاں کسی کی پردہ پوشی کرلیتا ہے تو اس سے یہ نتیجہ نہیں نکالنا چاہئے کہ یہاں تدبیر کامیاب ہوگئی ہے۔ اور اس جھگڑے کا خاتمہ ہوگیا۔ بلکہ ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے۔ کہ قیامت کے دن ہر قسم کی چھپی ہوئی باتیں ظاہر کردی جاویں گی۔ اور اس دنیا میں جس خدا کے قانون کو توڑا گیا ہے۔ اس دنیا میں وہی خدا اس کے متعلق باز پرس فرمائے گا۔ کوئی دوسرا خدا نہیں ہوگا جس کے سامنے انکار کیا جاسکے۔

زورِ تو غالب است بر ہمہ چیز
ہمہ چیزے بہ جنب تو ناچیز

تیری طاقت ہر چیز پر غالب ہے۔ اور تیرے مقابلہ میں ہر ایک چیز بے حیثیت ہے۔ یعنی تیرے سامنے کوئی چیز انہونی نہیں۔ تو جو چاہے کر سکتا ہے۔ لیکن اس کے مقابلہ میں مسیح ناصری کی حالت یہ ہے . . . . کہ صلیب کا تلخ پیالہ ٹال نہ سکے۔ اور خدا سے مدد مانگنی پڑی۔ اس لئے وہ کسی صورت میں خدا نہیں ہو سکتے

ترست ایمن کند ز ترس و خطر
ہر کہ عارف تر است ترساں تر

جس کو تیرا خوف ہو اس کو اور کسی کا خوف و خطر نہیں ہو سکتا۔ جو اس حقیقت کو زیادہ جانتا ہے وہی تجھ سے زیادہ خوف رکھتا ہے۔

خدا سے خوف کا یہ مطلب ہے کہ اس کے قانون کو نہ توڑا جائے۔ اور اس کی شریعت پر پورا پورا عمل کیا جائے اور خدا کا قانون اور اس کی شریعت ہر خطرہ کے مقام پر "خبردار (Caution)" کہہ کر انسان کو ہلاکت سے بچاتی ہے۔ پس جو انسان اس قانون پر عمل کرے۔ اس کو کسی قسم کا خوف و خطر نہیں ہو سکتا۔ اور جو اس Caution کے متعلق زیادہ خبرداری رکھے گا۔ وہ زیادہ اس کی پیروی کرے گا۔

خلق جوید پناہ و سایۂ کس
واں پناہِ ہمہ توئی و بس

لوگ کسی کی پناہ اور سایہ کی تلاش میں ہیں۔ اور ان کی وہ مطلوبہ پناہ تیرے سوا اور کوئی نہیں۔

دنیا میں جس قدر مذاہب ہیں ان سب کا لبِ لباب یہ ہے کہ ان کو کسی غمگسار اور پناہ کی تلاش ہے۔ وہ یہ جانتے اور مانتے ہیں کہ دنیا کی تکالیف سے نجات دلانے والا ضرور کوئی ہے۔ لیکن وہ اپنا راستہ کھو بیٹھے ہیں۔ انہوں نے اپنی سمجھ اور تحقیق کی بنا پر اپنے لئے الگ الگ خدا مقرر کئے ہیں۔ لیکن پھر بھی ان کی تکلیفات کم نہیں ہوتیں۔ کاش وہ جانتے کہ ان کی پناہ صرف اللہ ہے اور کوئی نہیں۔ تو ان کی تمام پریشانیاں کافور ہو جائیں۔ اور وہ ہمیشہ کی زندگی اور اطمینان کے وارث ہو جاتے

قریب قریب اسی مضمون کا کسی کا یہ شعر ہے ؎

گہ معتکف دیرم و گہ ساکن مسجد
یعنی کہ ترا می طلبم خانہ بہ خانہ

ذیل کے چند اشعار حضرت اقدس کے مندرجہ بالا شعر کی تشریح کر دیتے ہیں۔

ہست یادت کلید ہر کارے
خاطرے بے تو خاطر آزارے

تیری یاد ہر (مشکل) کام کے لئے کنجی ہے۔ تیری یاد کے سوا دل میں جو کچھ گذرتا ہے وہ دل کے لئے باعث تکلیف ہوتا ہے۔

کس قدر معرفت سے پر شعر ہے۔ گویا ایک لمحہ کے لئے بھی خدا کی یاد سے غافل رہنا زیاں ہے۔ اس کے مقابلہ پر جس دل میں ہر وقت خدا کی یاد رہتی ہے۔ اس میں کسی مشکل سے مشکل کام کے متعلق بھی کسی قسم کی تشویش یا غم کا گذر نہیں ہو سکتا۔

خدا کے ساتھ دل لگانا ایسا ہے جیسے بجلی کے لیمپ کے ساتھ بجلی کے تار کا تعلق کرایا جائے۔ اس حالت میں لیمپ میں تیل ڈالنے۔ بتی کو کترنے اور دیا سلائی کی ضرورت نہیں رہتی۔ بٹن دبایا اور کمرے میں روشنی ہوگئی۔ خدا تو صرف کُن کہنے سے زمین و آسمان پیدا کر سکتا ہے۔ پس جو شخص خدا کا ہو جائے اس کے کام میں کیا روکاوٹ ہو سکتی ہے

کسی شاعر نے اپنے مذاق اور اپنے جذبہ کے ماتحت یہ شعر کہا ہے ؎

تم میرے پاس ہوتے ہو گویا ٭ جب کوئی دوسرا نہیں ہوتا

لیکن حضرت اقدس کا مضمون اور جذبہ اس سے بہت ارفع و اعلیٰ ہے۔ یہاں تو ہر لمحہ خدا کی یاد کا ذکر ہے۔ دست بکار دل بیار۔

اقبال کا ایک شعر ہے ؎

اگر کاوی درونم را خیالِ خویش را یابی
پریشاں جلوۂ چوں ماہتاب اندر بیابانے

لیکن اس کا مضمون فلسفیانہ اور شاعرانہ ہے۔ وہ معرفت اور جذبہ اس میں نہیں۔ جو حضرت اقدس کے شعر میں ہے ٭ (باقی آئندہ)

صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام

حضرت ملک الطاف خانصاحب

تعلم ملک صلاح الدین صاحب ایم اے۔ او۔ ٹی

(۲)

قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ یُوْحٰی اِلَیَّ اَنَّمَا اِلٰھُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ بظاہر جسمانی بناوٹ کے اعتبار اور اولیاء اللہ اور نیز دیگر بنی نوع انسان میں فرق نہیں ہوتا۔ مگر روحانی درجات میں زمین و آسمان کا فرق ہوتا ہے۔

حضرت مولوی نورالدین صاحب خلیفہ اوّل رحمۃ اللہ علیہ نے جب وفات پائی۔ اور عاجز بذریعہ اخبارات اپنے دُور دراز ملک میں مطلع ہوا۔ تو دوسرے روز میں مردان جانے پر تیار ہوا۔ تاکہ استاذ المکرم میر اکبر اور میاں محمد یوسف صاحب امیر جماعت احمدیہ مردان سے دریافت کروں۔ دریں مولوی محمد علی صاحب کی طرف سے ایک ملفوف خط چھاپہ شدہ (اب بھی وہ خط موجود ہے) میرے نام بذریعہ ڈاک پہنچا جس کے پڑھنے سے میرے دل میں ان سے سخت نفرت پیدا ہوئی کہ خلافت کس طرح غلط ہے۔ اس خط نے مجھے مردان جانے پر اور بھی آمادہ کیا۔ مردان ہمارے گاؤں سے پچیس ۲۵ میل فاصلہ پر جانب شرق ہے۔ تقریباً نصف راستہ میں پیدل دوڑا۔ اور بعد ازاں ٹانگہ پر سوار ہو کر پہنچا۔ وہاں جا کر حقیقت راز منکشف ہوئی۔ اور میں نے فوراً بیعت کا خط حضرت اقدس خلیفہ ثانی مرزا محمود کے نام بھیجا۔ جس کا جواب بشرفِ قبولیت آیا۔ میں شکرِ خداوندی بجا لایا۔ اور چند روز بعد میں ایک ضروری کام پر پشاور گیا۔ پشاور بھی ہمارے گاؤں سے تقریباً پچیس ۲۵ چھبیس ۲۶ میل فاصلہ پر جانب جنوب مغرب واقع ہے۔ رات کو مولوی غلام حسن رضؓ خاں صاحب کے پاس درسِ قرآن میں شامل ہوا۔ قاضی محمد یوسف کاغذ اور پنسل ہاتھ میں لے کر بعض بعض احباب سے فسخِ بیعت کے لئے دستخط لینے لگے۔ جب میرے پاس پہنچے تو میں نے انکار کیا۔ بہت دیر تک میری طرف سے انکار۔ اور قاضی محمد یوسف صاحب کی طرف سے اصرار ہوتا رہا۔ آخر وہ مایوس اور ناراض ہو کر بیٹھ گئے۔ میں بحیثیت مہمان تھا۔ وہ رات مجھ پر شاق گذری۔ . . . . .

علی الصباح وہاں سے اٹھا اور گاؤں کو چلا گیا۔ رات کو میں نے مولیٰ کریم کے حضور میں دعائیں مانگیں۔ یا اللہ تو تو ہر قدم پہ میری راہنمائی فرماتا ہے یہ کیا معاملہ ہے۔

رؤیا۔ رات کو بوقت نماز تہجد میں نے دیکھا کہ پشاور شہر کے اندر بازار قصہ خوانی کے بیچ میں جو شکل ہٰذا کے مقام ل سے ظاہر ہے۔ اور جہاں پہ گیس کی روشنی کا ایک ستون نصب ہے جو شکل ح سے ظاہر ہے۔ وہاں پر سطح زمین سے اوپر ایک مسجد ہے۔ اس میں یہ عاجز اور بھائی محمد الیاس صاحب افغان حال امیر جماعت مستونگ بلوچستان

. . . .

. . . . اور قاضی محمد یوسف صاحب۔ اور مولوی غلام حسن رضؓ خاں صاحب پشاوری اور دیگر چند کسان نماز ظہر پڑھتے ہیں۔ میں اور بھائی محمد الیاس صاحب مع فرضوں سے پہلے سنت نماز پڑھنے لگے۔ اور دیگر کسان نے سنت نماز چھوڑ دی اور فوراً قاضی محمد یوسف صاحب نے اقامت شروع کر دی اور مولوی غلام حسن خاں صاحب امام بن گئے۔ اور فرض پڑھنے شروع کئے۔ میں نے نماز سنت کے اندر محمد الیاس صاحب کو جو وہ بھی میرے قریب نماز سنت پڑھتے تھے۔ کہا فرض نماز کھڑی ہوئی آؤ ان کے ساتھ مولوی غلام حسن صاحب کے پیچھے نماز پڑھیں۔ وہ نماز کے اندر مجھے کہتا ہے۔ خبردار سنتیں مت توڑو۔ یہ سب سنت کے منکر ہیں۔ میں اور تم دونو نمازِ سنت باقاعدہ ادا کر کے جماعت کے ساتھ فرض نماز پڑھیں گے۔ اس اثنا میں ہم دونو نمازِ سنت ادا کر کے جماعت کرنے لگے۔ اور جب ہم دونوں فرض نماز باجماعت پڑھنے لگے۔ ابھی ہم نے پہلی رکعت ختم نہیں کی تھی۔ اور وہ پہلی رکعت ختم کر کے دوسری میں مشغول تھے۔ کہ اتنے میں ان کی جماعت میں گڑبڑ شروع ہو گئی۔ اور قاضی محمد یوسف صاحب تنفّر اختیار کر کے ہمارے ساتھ شامل ہوئے۔ تو وہ سب مایوس ہو کر تتر بتر ہو گئے۔ اور مسجد ہمارے لئے چھوڑ دی اور ہم نے نماز ظہر باقاعدہ ادا کی۔ رویا کے اندر جب میں السلام علیکم ورحمۃ اللہ زبان پر لایا۔ تو وہی الفاظ زبان پر جاری تھے کہ میں بیدار ہوا۔ اور اسی وقت میرے دل نے تسلّی پائی کہ خلافت ثانیہ کی بیعت حق ہے۔ اور چنانچہ وہی قاضی صاحب چند عرصہ کے بعد ہمارے ساتھ شامل جماعت ہوئے الحمد للہ علیٰ ذالک۔

اب میں چند مکاشفات درج کرتا ہوں۔ لیکن چونکہ مکاشفات کے لئے ایک اور بصیرت ہوتی ہے۔ اور اسی طرح وہ ایک نئے عالم کی کیفیت ہوتی ہے۔ لہٰذا اہل مکاشفات کما حقہٗ نقشہ اور کیفیت بھی ظاہر کرنے سے قاصر ہوتا ہے۔ کیونکہ مکاشفات میں جو لقاء اللہ اور لقاء الانبیاء کے وقت جو انوار اور تجلیات الٰہی اور قرب و وصال الٰہی کی سرور کن حالت ہوتی ہے۔ اور اس وقت جو عشق اور محبت اور لذائذ اور انعام ہوتے ہیں وہ حدِ بیان سے باہر اور ظاہری تمثلات سے بدرجہا بالا تر ہیں۔ گویا ہزار ہا آفتاب و ماہتاب کی روشنی کے بالمقابل یہ مثال سمجھو۔ جس طرح سورج کے سامنے چراغ۔ اور اس عشق و محبّت کی کیفیت دنیاوی عشق و محبت کے مقابلہ پہ وہ نسبت رکھتی ہے جو سمندر کو ایک قطرہ سے ہو۔ اور لذائذ اور سرور کی حالت دنیا کی تمام نعمتوں کے مجموعہ لذائذ و سرور کے مقابلہ پہ بھی یہی نسبت ہے۔

شب درمیان ۱۶/۱۷ جنوری ۱۹۲۳ء کو خاکسار اپنے گھر کے کمرہ میں سویا ہوا تھا۔ اندھیری رات میں بوقت نماز تہجد ایک خوشکن نظارہ کے بعد بیدار ہوا۔ اور بیدار ہوتے ہی معاً مجھے مکاشفہ ہوا۔ اور میرے حواس و حرکات معطل ہوتے وقت جلد میں چارپائی پہ رُو بقبلہ پڑا۔ سالم عالم بقعۂ نور ہوا۔ مکاشفہ میں عاجز اپنے آپ کو حضرت اقدس خلیفۃ المسیح ثانی یعنی حضرت میرزا محمود احمدؓ کے ساتھ قادیان کے بلند منارۃ المسیحؑ کے درمیانی حصہ جانب شرق رُو بقبلہ ایک آہنی تختہ پہ کھڑا دیکھتا ہوں۔ اور معلوم ہوتا ہے۔ کہ منارۃ المسیح جو ایک خاص نور سے بنا ہوا ہے۔ جس کی چوٹی عرشِ معلّٰی تک پہنچی ہوئی دکھائی دیتی ہے اور اس سے اوپر اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ وعم نوالہٗ قائم بالذات ہے منارے کے دونو طرف چوٹی سے لے کر ہم تک اللہ تعالےٰ جل جلالہٗ کے وجہ مبارک کے قریب چوٹی کے سرے سے اور اسی طرح منارۃ المسیح کی بیخ سے بالمقابل دونوں طرف دو دو سفید منوّر نلکے تھے۔ تھرمامیٹر کی نلی کے مانند گر بڑے لگے ہوئے ہیں۔ اور ہر ایک نلکے کے سر پہ ٹیلیفون کی مانند دو دو ریسیور اور موتھ پیس یعنی کل چہار اور ہر چہار سے دو دو حضرت اقدس کے منہ اور دائیں کان اور دو دو میرے مُنہ اور کان کو لگے ہوئے ہیں۔ اور اسی مقام سے چاروں طرف سفید سفید بجلی نما تاریں تمام افق کی طرف مضبوط لگی ہوئی ہیں۔ حضرت اقدس خلیفۃ المسیح مجھے مخاطب کر کے چار دفعہ اللہ اکبر۔ اور میں بھی ساتھ ساتھ اللہ اکبرؔ اللہ اکبرؔ اللہ اکبرؔ اللہ اکبرؔ اپنے اپنے ٹیلیفوں کے دہانوں میں بطرز اذان کہتے ہیں۔ ہمارے اللہ اکبر کی آوازیں چاروں نلکوں کے بیچ میں بجلی کی لہروں کی مانند بمعہ چمکار اور تیز روشنی کے اوپر منار کے ساتھ چوٹی تک اللہ تعالیٰ تک بھی پہنچ جاتی ہیں۔ اور نیچے منارۃ المسیح کے زمینی رُخ کی طرف بھی دوڑتی ہوئی ان تاروں میں بھی لہریں اور آوازیں پیدا کرتی ہوئی خواب آلودہ لوگوں کو جگاتی ہیں۔ بیدار شدہ لوگ بصورت انسان سفید چڑیوں کی مانند تاروں کی کشش سے پرواز کرتے ہوئے منار کے بالائی حصّہ کے ساتھ آکر چمٹ جاتے ہیں۔ اور جب ایک کثیر حصہ ان لوگوں کا منار پہ مضبوطی سے بیٹھ جاتا ہے۔ اور ہم کو معلوم ہوتا ہے کہ اب گریں گے نہیں۔ تو وہ تختہ نورانی جو منارہ کے بیچ میں سے آر پار شمال و جنوب کو نکلا ہوا ہے۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا منار کے بالائی حصّہ اور نیچے والے حصّہ میں

(بقیہ مضمون صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

الحکم کا خلافت نمبر

میں نے اللہ تعالیٰ پر توکل اور بھروسہ کر کے یہ عزم کیا ہے کہ ۱۴ مارچ ۳۷ء کو الحکم کا ایک خلافت نمبر شائع کروں۔ یہ نمبر انشاء اللہ ایک خاص شان کا نمبر ہوگا۔ اس نمبر میں کیا ہوگا؟ یہ نمبر حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی گذشتہ ۲۳ سالہ ترقیوں کی قلمی تصویر ہوگا۔ اور اپنے حجم، طباعت، کتابت، فہرست مضامین کے لحاظ سے انشاء اللہ ایسا نمبر ہوگا کہ الحکم کی گذشتہ تاریخ میں اس کی مثال نہ ملے گی۔ صفحات کے لحاظ سے یہ نمبر کم وبیش سو صفحات کا نمبر ہوگا۔ متعدد فوٹو اور عکس اس نمبر کی شان کو دوبالا کر رہے ہوں گے۔ اس نمبر کی قیمت کا اعلان بعد میں کیا جا سکے گا۔ سردست جو جماعتیں یا افراد اس نمبر کی اشاعت میں حصہ لینا چاہیں وہ بواپسی بذریعہ کارڈ اطلاع دیں تاکہ اسی قدر تعداد میں نمبر چھپوایا جائے۔ یہ نمبر اس لحاظ سے کہ ہمارے سید و مولیٰ کی مقدس زندگی اور آپ کے عظیم الشان اعمال کا مرقع ہوگا۔ اس قابل ہوگا کہ اس کی اشاعت ہندوستان کے کونہ کونہ میں کی جائے۔

تفصیلی اطلاعات:۔ اس نمبر کے متعلق بہت جلد تفصیلی اطلاعات بعد میں شائع کی جائیں گی۔ دریافت طلب امور کے لئے مندرجہ ذیل پتہ پر خط وکتابت کریں:۔

شیخ محمود احمد عرفانی ایڈیٹر اخبار الحکم قادیان

نوٹ:۔ کسی دوسری جگہ سے کام کروانے سے پیشتر ہمارے اور دوسروں کے ریٹوں کا مقابلہ فرمالیں۔

اللہ بخش سٹیم پریس قادیان میں باہتمام شیخ محمود احمد عرفانی پرنٹر و پبلشر چھپ کر اخبار الحکم دفتر تراب منزل قادیان سے شائع ہوا